السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

سورج غروب ہوتا ہے یا چاروں اطراف گھومتا رہتا ہے اور پھر واپس اپنی جگہ سے آکر طلوع ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے کہ ذوالقرنین نے سورج کو غروب ہوتے دیکھا کہ وہ کیچڑ والے پانی میں اتر رہا تھا اس کا کیا مطلب ہے؟ اور صحیح بخاری میں ہے کہ سورج روزانہ اللہ تعالی کے عرش عظیم کے نیچے آکر سجدہ کرتا ہے اور واپس جانے کے لیے اجازت مانگتا ہے۔ اللہ تعالی جب اسے مغرب سے طلوع کرنا چاہے گا اس رات سورج کو اجازت نہیں ملے گی اور اسے کہا جائے گا کہ جہاں سے غروب ہوا ہے وہیں سے جا کر طلوع ہو جا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سورج طلوع و غروب ہوتا ہے۔ مگر جب اوقات کو دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ سورج غروب ہوتا ہی نہیں۔ مغربی تہذیب والے کہتے ہیں کہ سائنس سے جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ درست ہے باقی مولوی حضرات خوامخواہ اپنا سر کھپا رہے ہیں۔ اب تفصیل کے ساتھ سمجھائیے کہ قرآن کریم اور صحیح بخاری کی حدیث کا کیا مطلب ہے تاکہ حق بات معلوم ہو جائے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

اولا یہ حقیقت ذہن نشین رہے کہ کتاب وسنت میں جو الفاظ وارد ہوئے ہیں وہ انسانوں کے زمانے میں چلنے والے ماورات کے لحاظ سے لائے گئے ہیں اس لیے ان الفاظ دیکھ کران کے معنی بھی بالکل اسی طرح سمجھنا جس طرح بظاہر سمجھ میں آرہا ہے درست نہیں مثلا سورج کے نظروں سے غائب ہونے کو ہم اپنی زبان میں غروب ہونا کہتے ہیں اور عرب بھی غروب کے مادہ کو استعمال کرتے ہیں اس لیے قرآن کریم میں یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے لہذا اس سے یہ مطلب سمجھنا کہ سورج واقعتا نیچے کسی کھڈے میں غروب ہو گیا ہے قطعا غلط ہوگا، ظاہر ہے کہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے اس لیے وہ کسی بات یا حقیقت کو بیان کرے کے لیے ضرور وہی الفاظ استعمال کرتا جو عربی زبان میں مروج تھے ایسا کوئی دوسرا لفظ استعمال نہیں کرتا جو اس زبان میں مروج نہ تھا ورنہ وہ اہل زبان اس پر سخت انکار کرتے اس حقیقت کو ذہن نشین کرنے کے بعد یہ گزارش ہے کہ قرآن وحدیث میں یہ بیان موجود نہیں کہ سورج زمین کے چاروں اطراف گھوم رہا ہے۔ البتہ قرآن میں اتنا ضرور ہے کہ سورج اوپر خلا میں حرکت کر رہا ہے اور ایک خاص وقت تک حرکت کرتا رہے گا۔ آج کل کی سائنس بھی اسے تسلیم کرتی ہے کہ واقعتا سورج چلتا رہتا ہے باقی زمین کے گرد چلتا اور گھومتا ہے یا نہیں اس بارے میں قرآن شریف نے کچھ بھی بیان نہیں کیا۔

موجودہ سائنس تو کہتی ہے کہ زمین ہی اس کے گرد گھوم رہی ہے سو اگرچہ انہوں نے اپنے اس دعوی پر کوئی مضبوط دلیل پش نہیں کی تاہم اگر واقعتا زمین سورج کے گرد گھوم رہی ہے تو بھی اس کا قرآن وحدیث میں انکار نہیں ہے باقی قرآن شریف میں جو غروب کا لفظ آیا ہے اس کے متعلق پہلے ہی گزارش کر دی گئی ہے کہ غروب سے مراد نظروں سے اوجھل ہونا مراد ہے نہ کہ نیچے اتر جانا باقی یہ لفظ کیوں استعمال ہوا اس کے متعلق بھی گزارش کر دی گئی کہ اس وقت عرب میں یہی لفظ مستعمل تھا لہذا اسے استعمال کیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ سورج اوپر خلاء میں گھوم رہا ہے اور ایک مقررہ وقت تک حرکت کرتا رہے گا۔ موجودہ سائنس بھی یہ تسلیم کرتی ہے کہ واقعتا سورج حرکت کر رہا ہے اور گھوم رہا ہے اگرچہ ان کے کہنے کے مطابق وہ اپنے مدار (حساب کتاب) سے گھوم رہا ہے نہ کہ زمین کے گرد اور اس بات کو قرآن پاک نے نہیں چھیڑا۔

باقی سورج کے غروب ہونے کا مطلب اسی خطہ سے (جہاں غروب ہوا ہے) نظروں سے غائب ہو جانا ہے اس کا مطلب نیچے کسی گڑا ہے (یا کھائی) وغیرہ میں اترنا نہیں ہے۔

باقی رہی ذوالقرنین والی بات تو سوال میں کہا گیا ہے کہ ذوالقرنین نے سورج کو کیچڑ والے پانی میں اترتے دیکھا یہ قرآن کریم کے لفظ کا صحیح ترجمہ نہیں کیونکہ قرآن پاک کے الفاظ ہیں کہ:

(حَتّىٰ إِذا بَلَغَ مَغرِبَ الشَّمسِ وَجَدَها تَغرُبُ فى عَينٍ حَمِئَةٍ (الكهف: ٨٦

یعنی یہاں تک کہ ذوالقرنین جب سورج کے اترنے کی جگہ پر جا پہنچا (یعنی مغرب کی طرف انتہا تک جا پہنچا یعنی جہاں خشک زمین ختم ہو جاتی ہے اور سمندر شروع ہو جاتا ہے اور (اسے بحر روم یا جسے جا ہو نوچ سمندر کہا جاتا ہے جو ''یورپ اور ایشیا اور افریقہ کے درمیان میں) وہاں جا پہنچا تب اسے اس طرح سمجھ میں آیا کہ سورج کیچڑ والے پانی میں اتر رہا ہے۔

یہ الفاظ اس لیے کہے گئے کہ ذوالقرنین ایسی جگہ پر جا پہنچا تھا جہاں سے آگے خشکی کا راستہ بالکل نہ تھا بلکہ پانی ہی پانی تھا اور (اس کے کنارے پر کھڑے ہونے کے بعد ہر کسی کو یہی محسوس ہوگا کہ سورج پانی میں اتر گیا جیسا کہ حجاج کرام کو جب وہ حج پر جاتے ہیں تو کراچی سے کچھ آگے سمندر میں پہنچنے کے بعد ہر روز سورج سمندر سے طلوع و غروب ہوتا ہوا محسوس ہوتا ہے یہاں تک کہ خشکی کے قریب نہ پہنچ جائیں۔

بہر حال ذوالقرنین مغرب کی جانب خشکی کی آخری حد پر جا پہنچا تھا (یعنی اقصائے مغرب) جس کے بعد پانی ہی پانی تھا۔ لہذا اسے سورج اسی میں غروب ہوتا محسوس ہوا ہوگا نہ کہ واقعتا اس نے سورج کو اس میں غروب ہوتے دیکھا جیسا کہ سوال میں ہے اور وجدہا کا ترجمہ اس طرح اس لیے کیا گیا ہے کہ اس مقام پر ''زار'' ہوتا تو اس کے معنی یہ بنتے ہیں کہ اس نے دیکھا مگر یہاں پر لفظ وجد ہے اور یہ افعال قلوب میں سے ہے یعنی جو بات انسان آنکھوں سے نہیں مگر دل سے محسوس کرے، ظاہر ہے کہ سورج کا اس پانی میں غروب ہونا ذوالقرنین کو محسوس ہوا نہ کہ واقعتا غروب ہوا۔

لیکن اگر اس کا معنی آنکھوں سے دیکھنا کیا جائے تو بھی مطلب بالکل واضح ہے اس میں کوئی خرابی نہیں ہے کیونکہ یہ تو ذوالقرنین کا مشاہدہ بیان کیا گیا ہے۔

یعنی ذوالقرنین کو ایسا دیکھنے میں آیا اور یہ تو آج بھی کوئی سمندر کے کنارہ پر سورج کے غروب ہونے کے وقت کھڑا ہو تو اسے ظاہری طور پر دیکھنے میں آئے گا کہ سورج سمندر میں اتر گیا، اگر کسی کو شک ہو تو تجربہ کر لے ہم نے اوپر حجاج کی مثال ذکر کی ہے اس کا مطلب بھی یہ نہیں کہ واقعتا سورج اس پانی میں غروب ہو گیا یہی سبب ہے کہ اللہ تعالی نے لفظ ''وجد'' ذکر کیا ہے جو کہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اسے اس طرح دیکھنے میں آیا یا اسے اس طرح محسوس ہوا نہ کہ واقعتا سورج اس پانی میں غروب ہوا اس پر خوب غور کریں۔

مزید مطلب بالکل واضح ہے۔ باقی کیچڑ والا پانی یا گدلا (مٹی آلود) پانی اس لیے کہا گیا ہے کہ جس جگہ پر ذوالقرنین بحر اروم کے کنارہ پر پہنچا تھا وہاں کشتیوں کے آمد و رفت بہت ہے لہذا مٹی کی وجہ سے سفید پانی بھی ٹیالے رنگ کا نظر آتا ہے۔ بہر کیف مطلب بالکل واضح ہے کہ ذوالقرنین مغرب کی طرف انتہا تک جا پہنچا جہاں سے آگے جانے کے لیے خشکی کا راستہ اسے نہ ملا اور سورج کو اس پانی میں غروب ہوتے ہوئے سمجھے کہ وہ گویا سورج کے اترنے کی جگہ پر جا کر پہنچے اب اس پر کوئی بھی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

انسان کو جس جگہ پر آگے جانے کا راستہ نہیں ملتا تو اسے انتہا یا حد ہی اس ملک یا زمین کی سمجھتا ہے ممکن ہے کہ حقیقت میں اس سے آگے بھی کوئی ملک یا زمین ہو اسی طرح ذوالقرنین جس جگہ پر پہنچا (یعنی مغرب کی طرف کی انتہا کو) اس سے آگے اسے راستہ نہ ملا اگرچہ کافی سفر کرنے کے بعد دوبارہ خشکی آتی ہے یعنی یورپ مگر تاہم اسے چونکہ آگے راستہ نہ ملا لہذا وہاں سے ہی واپس پلٹے۔

باقی رہی صحیح بخاری والی حدیث سو حدیث شریف کے تمام الفاظ لکھ کر ترجمہ و تشریح کرتا جاوں گا جس سے معلوم ہو گا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث پاک میں کوئی بھی خرابی نہیں بلکہ ہمارے کج فہمی اور تحقیق نہ کرنے کا یہ نتیجہ ہے۔ کاش! اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو صحیح راستہ پر توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

فانہا تذہب) '' یعنی سورج جاتا ہے یا مادے کے لحاظ سے ترجمہ ہو گا کہ سورج غروب ہوتا ہے اترتا ہے۔ سورج کے چلنے کا ذکر قرآن پاک میں بھی مذکور ہے قرآن فرماتا ہے کہ وَ لشَّمْسُ تَجْرِی لِمُسْتَقَرٍّ (یس: ۳۸) ''یعنی سورج اپنے مستقر کی طرف چلتا ہے۔ مستقر کا مطلب جاء قرار'' یعنی وہ نقطہ جہاں سے ہی اسے الٹی حرکت کرنی پڑے گی۔ ''یعنی نقطہ رجوع، یعنی سورج ایک مقررہ وقت تک ایک نقطہ تک چل رہا ہے جہاں سے ہو کر دوبارہ واپس پلٹے گا یا الٹی حرکت کرے گا۔''

اس طرح جدید سائنس نے بھی سورج کی حرکت یا چلنے کو تسلیم کیا ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے لہذا حدیث کے اس لفظ میں کوئی بھی خرابی نہیں اب اس لفظ کی با محاورہ معنی یہ ہوا کہ سورج اتر جاتا ہے اس سے آگے ہے کہ ''حتی تسجد تحت العرش'' ان الفاظ کے معنی نہ سمجھنے میں زیادہ وقت لفظ ''حتی'' کے معنی نہ سمجھنے سے پیدا ہوتی ہے عام طور پر اس کا معنی یہاں تک کیا جاتا ہے اور اس معنی سے مشکل پیش آ جاتی ہے۔

حالانکہ یہاں ''حتی'' صرف حرف عطف ہے جس طرح واو اور فاء حروف عاطفہ ہیں علامہ عبداللہ اپنی کتاب مشکلات الاحادیث النبویہ و بیانہا میں لکھا ہے کہ کتنے ہی مواقع پر حتی کا لفظ عطوف کے لیے استعمال ہوتا ہے جس طرح واو اور فاء آتے ہیں۔ نحو کے علماء میں سے ایک جماعت کا یہ مشہور قول ہے

''ینات ترجمۃ مشکلات' ص ۳۱٤''

اب مطلب یہ ہو گا کہ سورج غروب ہو جاتا ہے اور اللہ تعالی کے عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے یعنی حتی بمعنی ''اور'' کے ہے۔ باقی رہا سورج کا سجدہ کرنا سو اول تو خود قرآن پاک میں اللہ فرماتا ہے کہ:

(أَلَمْ تَرَ أَنَّ لَلَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَن فِي لسَّمَاوَاتِ وَمَن فِي لْأَرْضِ وَ لشَّمْسُ وَ لْقَمَرُ وَ لنُّجُومُ وَ لْجِبَالُ وَ لشَّجَرُ وَ لدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ (الحج: ۱۸)

''کیا آپ نہیں دیکھ رہے جو آسمانوں اور جو زمینوں میں ہیں وہ سب رب کے سامنے سجدہ میں ہیں، سورج، چاند، ستارے، پہاڑ اور درخت، جانور اور بہت سے انسان۔''

دیکھئے اس آیت میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ سورج بھی سجدہ کرتا ہے بلکہ پہاڑ اور درخت بھی سجدہ کرتے ہیں۔ پھر جو حدیث کو نہیں مانتے صرف قرآن کو مانتے ہیں وہ جواب دیں کہ یہ کس قدر درست ہے۔

درحقیقت انھوں نے سجدہ کا مطلب نہیں سمجھا صرف لفظ سجدہ کو دیکھ کر یہ کہنا کہ سورج یا دیگر اشیاء بھی ہم انسانوں کی طرح سجدہ کرتی ہیں سو یہ قطعا غلط ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ہر چیز نماز بھی پڑھتی ہے اور اللہ تعالی کی تسبیح بھی کرتی ہے مگر ہر چیز کی نماز اور تسبیح کا اپنا اپنا طریقہ ہے قرآن کریم نے خود تصریح کی ہے کہ:

(كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ (النور: ٤۱)

''ہر ایک کی نماز اور تسبیح اسے معلوم ہے۔''

اس آیت سے اوپر بیان ہے کہ اللہ تعالی کی تسبیح زمین و آسمان میں جو کچھ سب بیان کرتے ہیں اور پرندے بھی اس کے بعد فرمایا کہ ان میں سے ہر کسی کو اپنی تسبیح اور نماز کا علم ہے یعنی پرندوں کے لفظ یہ مت سمجھو کہ وہ بھی ہماری طرح تسبیح کرتے ہیں بلکہ ان کی تسبیح اور نماز کا الگ ڈھنگ اور طور طریقہ ہے جو ان کو اللہ تعالی نے سمجھایا ہے اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے کہ:

(وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ (بنی اسرائیل: ٤٤)

''(اور ہر چیز اللہ تعالی کی تسبیح بمع حمد کرتی ہے تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے (یعنی اس لیے کہ ان کی تسبیح کا الگ الگ طریقہ ہے''

مطلب یہ ہوا کہ سورج بھی واقعتا اللہ تعالی کو سجدہ کرتا ہے مگر اس کا سجدہ بعینہ ہمارے سجدہ کی طرح نہیں ہے اس کا سجدہ بھی اپنے طریقے کا ہو گا جو اللہ تعالی نے اس کے لیے مقرر کیا ہو گا باقی عرش کے نیچے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالی کی حکومت کے ماتحت ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ میرا سر بادشاہ سلامت کے تخت کے سامنے جھکا ہوا ہے باقی اس جگہ تخت یا عرش کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ تخت بادشاہ کی عظمت اور جلال و بزرگی کا مظہر ہوتا ہے۔

بہر حال حدیث کا مطلب یہ بنا کہ سورج اللہ تعالی کے عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے یعنی خود اللہ تعالی کے حکم کے سامنے مطیع و فرمانبردار ہے اور ایک لمحہ کے لیے بھی اس کے حکم سے باہر نہیں حقیقت میں اس حدیث نے تو ایک

بڑی حقیقت انسان کے سامنے بیان کی ہے کہ ہر چیز حتی کہ سورج، چاند وغیرہ سب اللہ تعالی کی حکومت کے ماتحت اپنا فرض نبھا رہے ہیں اور اپنی ڈیوٹی سر انجام دے رہے ہیں۔

واقعتا کوئی ایک ذرہ بھی اللہ تعالی کی حکم کے سوا حرکت نہیں کر سکتا، اگر سجدہ کا مطلب اللہ تعالی کے حکم کے سامنے سر نگوں اور اس کی مرضی کے مطابق حرکت کرنا کی جائے تو اصل اشکال نیست و نابود ہو جاتی ہے حقیقت میں ایسی اشیاء کا سجدہ یہ ہی ہے کہ وہ ہر حالت میں اللہ کے حکم کے سامنے سر نگوں ہیں اور وہی کام کرتے ہیں جو کام مالک العلام نے ان کے ذمہ لگایا ہے۔

اب حدیث کے مذکورہ بالا اجزاء کا با محاورہ مطلب یہ بنا کہ سورج غروب ہو جاتا ہے اور عرش عظیم والی ذات پاک کے تکوینی حکم کے سامنے سر نگوں اور اس کے ارادہ اور مرضی کے مطابق اور اس کے مقرر کردہ قوانین حرکات کے ماتحت چلتا رہتا ہے۔ اس کے بعد حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔

((. فتسأذن فیوذن لها))

''یعنی پھر اجازت طلب کرتا ہے اور اسے اجازت مل جاتی ہے۔ ''ان الفاظ میں کوئی خرابی نہیں کونکہ یہ مسلم اور طے شدہ اصول ہے کہ اللہ تعالی کے اذن کے بغیر کوئی ذرہ بھی اپنی جگہ سے آگے حرکت نہیں کرتا۔ جو کچھ ہوتا ہے وہ سب اسی کے قوانین فطرت اور راسی ہی کے اذن (مشیت) سے ہوتا ہے اسی طرح اس جگہ پر یہ اصول کارفرما ہے ہر لحہ ہر گھڑی جس جگہ پر بھی سورج غروب ہوتا ہے اور کسی جگہ پر طلوع ہوتا ہے یہ اللہ تعالی کے اذن سے ہے مطلب یہ ہے کہ سورج کا غروب ہونا یا طلوع ہونا سب اپنے مالک کی مرضی اور اس کے ارادہ کے مطابق ہے اور وہ ہر وقت حکم الہی کا منتظر رہتا ہے اور چونکہ اسے رک جانے یا واپس پلٹنے کا حکم نہیں ملتا۔ لہذا آگے بڑھتے رہنے کا اذن ہو جاتا ہے اور وہ آگے بڑھتا رہتا ہے اور اپنی گردش جاری رکھتے ہوئے آتا ہے۔ یعنی جس جگہ پر غروب ہوا وہاں اللہ کے حکم سے غائب ہو کر اور دوبارہ اسی کے حکم سے آگے بڑھتا ہوا دوسرے ملک پر جا کر طلوع ہو جاتا ہے بتایا جائے کہ اس میں کیا خرابی ہے یا اس میں کون سی مشکل ہے جو سمجھ میں نہیں آرہی؟ آگے حدیث شریف کے الفاظ ہیں:

((ویوشک ان تسجد ولا یقبل منها وتستاذن ولا یوذن لها))

''یعنی قریب ہے کہ وہ (سورج) سجدہ کرے اور سجدہ قبول نہ کیا جائے اور اجازت طلب کرے مگر اسے اجازت نہ مل سکے۔''

مطلب یہ ہے کہ عنقریب (قیامت سے پہلے) اس طرح ہوگا کہ سورج سجدہ کرے گا (یعنی اپنی فرمانبرداری ادا کرنا چاہے گا اور اپنی مقررہ حرکت (یعنی جس طرح اب حرکت کرتا ہے) جاری رکھنا چاہے گا لیکن سجدہ ((فرمانبرداری) قبول نہیں کی جائے گی (یعنی اب یہ حرکت تجھے جاری نہیں رکھنی

یا بالفاظ دیگر وہ قانون الہی کے مطابق چلتا رہنا چاہے گا لیکن اس کی یہ درخواست قبول نہیں ہوگی اور اسے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ملے گی۔ آگے یہ الفاظ ہیں:

((فیقال لها ارجعی من حیث جئت فتطلع من مغربها))

''یعنی پھر اسے کہا جائے گا کہ جس طرف سے آئے ہو اسی طرف واپس پلٹ جا پھر وہ مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا۔''

مطلب کہ قیامت کے قریب سورج کو مغرب سے طلوع ہونے کا حکم ہوگا لہذا وہ حکم کی تعمیل میں مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا اور اس میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ اللہ تعالی کے لیے ہر کام آسان ہے۔ ''واللہ علی کل شئی قدیر'' اور یہ بات جدید سائنس کے بقول بھی درست ہے وہ اس طرح کہ وہ کہتے ہیں کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے اور وہ اس وقت مغرب کی طرف سے مشرق کی طرف گھومتی ہے یعنی مشرق والے ممالک پہلے سورج کے سامنے آتے ہیں۔ اس لیے قیامت کے قریب جب اللہ تعالی اس کائنات کے موجود نظام کو درہم برہم کرنا چاہے گا تو زمین کو حکم فرمائے گا کہ تو اپنی موجودہ حرکت سے الٹی حرکت کر یعنی مغرب سے مشرق کی طرف گھومنے کی بجائے مشرق سے مغرب کی طرف گھوم، بس تیجہ ظاہر ہے کہ موجودہ وقت کے برعکس مغرب والے ممالک پہلے سورج کے سامنے آئیں گے یعنی دوسرے الفاظ میں سورج بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع ہوتا ہوا دکھائی دے گا۔

اب غور کریں کہ اس میں کیا اشکال ہے یا اس میں کیا مشکل ہے؟ کچھ بھی نہیں مگر یہ بھی ہم نے ان سائنس والوں کے کہنے کو صحیح فرض کر کے لکھا ہے ورنہ زمین کی حرکت کے متعلق انہوں نے کوئی ٹھوس اور معقول دلیل پیش نہیں کی بہر حال حدیث میں کوئی بھی خرابی نہیں۔ اللہ تعالی کے رسول ﷺ کا فرمان بالکلیہ صحیح ہے صرف ہماری سمجھ کا چکر ہے اور حدیث کے مطلب کو غلط سمجھنے کا تیجہ ہے۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ راشدیہ

صفحہ نمبر 86

محدث فتویٰ